مولانا محمد عبد الحق چوہان

تنقیدِ صحابہؓ کا ایک اور انداز

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تنقید کرنے والوں کی تنقیص کے مختلف عنوانات ہیں۔ بعض لوگ تو سیاسی انداز میں انکی سیاسی پالیسی پر تنقید کرتے ہیں۔ یہ لوگ پہلے ایک نظام سیاست کا تصور پیش کرکے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ہے اسلام کا نظام سیاست پھر اسی وضع کردہ نظامِ سیاست کو "معیارِ حق" متعین کرکے اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سیاسی عمل کا تجزیہ کرتے ہوئے اس پر تنقید کرتے ہیں۔ مودودی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب "خلافت و ملوکیت" میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سیاسی عمل کو اسی طریقہ سے ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ اس کے علاوہ ناقدینِ صحابہ کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو صحبت نبوی کی مدت کم مقدار میں میسر ہوئی ہے ان پر تنقید کرتے ہوئے اس طرح کی تکبر آمیز گفتگو کرتے ہیں کہ صحابہ کی فلاں جماعت کو اتنی کم مقدار میں صحبت نبوی حاصل ہوئی ہے کہ اخلاق و کردار کے اعتبار سے ان کی قلب ماہیت پیدا نہ ہوسکی۔ یہ طریقہ "تنقید بھی مودودی نے "خلافت و ملوکیت" میں متعدد مواضع پر استعمال کیا ہے۔ چنانچہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عُمّال پر تنقید کرتے ہوئے ایک مقام پر تحریر کرتے ہیں کہ:

> دوسرے یہ کہ اسلامی تحریک کی سربراہی کیلئے یہ لوگ موزوں بھی نہ ہوسکتے تھے۔ کیونکہ وہ ایمان تو ضرور لے آئے تھے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت سے ان کو اتنا فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملا تھا کہ ان کے ذہن اور سیرت و کردار کی پوری قلب ماہیت ہوجاتی (صفحہ ۱۰۹)

اسی طرح یہ طریقہ "تنقید" ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی" نے بھی اپنے ایک طویل مضمون میں اختیار کیا ہے۔ ان کا یہ مضمون "خانوادۂ نبوی کی بحث سے متعلق آخری وضاحت" کے

عنوان سے ہفت روزہ تکبیر کراچی، ۱۷ مئی ۱۹۹۰ء میں شریکِ اشاعت ہے۔ ڈاکٹر رضوان کا یہ مضمون محترم شاہ بلیغ الدین صاحب کے ایک مضمون کے تعاقب میں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے علمی مقام کا خود ان الفاظ سے تذکرہ کیا ہے۔

یہ ناچیز طالبِ علم حجازِ مقدس اور مصر میں ازادِ تعلیم کے بعد دمشق یونیورسٹی اور پھر کیمرج میں ڈاکٹریٹ کا طالبِ علم بھی رہا ہے۔ ندوہ میں تو اس نے صرف ایک سال گزار کر عالمیہ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ لیکن عرب ممالک میں اس نے اپنی تعلیم کے اٹھ سال گزارے تھے۔ پھر یہی طالبِ علم لیبیا و سعودی عرب کی یونیورسٹیوں میں ۱۴ سال تک اسلامی تاریخ و تمدن کا پروفیسر رہا ہے۔

باوجود اس ہمہ دانی اور تعلّی کے آپ کو یہ معلوم نہیں کہ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے وفات کے لحاظ سے کون آخری ہے۔ ڈاکٹر صاحب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

اور سب سے آخر میں وفات پانے والے سعید بن زید ہیں جن کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ تحقیق صحیح نہیں کیونکہ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے آخر میں فوت ہونے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت سعد کے تعارف میں تحریر کرتے ہیں:

ابو اسحٰق احد العشرۃ واوّل من رمی بسھم فی سبیل اللہ ومناقبہ کثیرۃ مات بالعقیق سنۃ خمس وخمسین علی المشھور وھو آخر العشرۃ وفاۃً۔	یعنی حضرت سعد ابن ابی وقاص جنکی کنیت ابو اسحٰق ہے، اور وہ جماعت عشرہ مبشرہ کے ایک فرد ہیں، اور ان کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ انہوں نے اسلام میں اللہ کے راستہ میں سب سے پہلے تیر پھینکا ان کے بہت سے مناقب ہیں۔ مشہور قول کے مطابق ۵۵ھ کو مقام

عقیق میں انکی وفات ہوئی اور وفات کے اعتبار سے عشرہ مبشرہ میں یہ آخری ہیں۔ [تقریب التھذیب صہ ۹۰]

ڈاکٹر رضوان اسی طریقہ تنقید کے تیشہ سے حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات پر مشق ستم کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

حضرت ابوالعاص ابن الربیع (حضرت زینب کے شوہر اور بحیثیت مسلمان یک سالہ داماد) کا لقب شیر بطحا نہیں تھا۔ اُنہوں نے کسی غزوہ میں حضور صلعم کے ساتھ شرکت نہیں کی۔

یہ تنقیدی جملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دامادِ محترم کے متعلق ہے جن کی مدح و ثنا رنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برسر منبر ان الفاظ سے بیان فرمائی:

ثم ذکر صہراً لہ من بنی عبد الشمس فاثنی علیہ فی مصاھرتہ ایاہ فاحسن قال حدثنی فصدقنی و وعدنی فوفانی [ابو داؤد صہ ۲۸۳ ج ۱]	اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس میں سے اپنے داماد کا تذکرہ کیا۔ اور دامادی کے حقوق کی ادائیگی میں انکی بہت اچھی تعریف بیان کی آپ نے فرمایا۔ اس نے مجھ سے جو بات کی اس کو سچا کر دکھایا اور جو وعدہ کیا اس کو پورا کیا۔

جن لوگوں نے حضرات صحابہ پر اس طریقہ سے تنقید کی ہے اُنہوں نے یہ سمجھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خانقاہی سجادہ نشین ہیں تاکہ جو مریدان کی خدمت میں قلیل عرصہ تک حاضر رہے گا وہ درجۂ کمال تک نہیں پہنچ سکتا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی حالت میں آپ کے رُخِ انور پر ایک نظر ڈالنے والا شخص بعد میں آنے والے لوگوں کے غوث و قطب سے افضل ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اصولِ حدیث کی مشہور کتاب "تدریب الراوی" میں تابعی کی تعریف کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ وہ مومن شخص ہے جس کو صحابی کی صحبت حاصل ہوئی ہو۔ اس تعریف کی قیود کے فوائد کے متعلق فرماتے ہیں کہ صحابی کی تعریف میں ہے کہ وہ مومن شخص جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ ملاقات حاصل ہو صحبت اور ملاقات کے اعتبار کے فرق کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابیت کے لئے صرف ملاقات ہی کافی ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی قدسی صفات اور انکی تاثیرات میں اتنی قوۃ اور نفوذ تاثیر کی طاقت ہے کہ صرف ملاقات ہی کے باعث انسانی صفات اور ملکات میں قلب ماہیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی لوگ خواہ وہ صحابہ ہوں یا غیر صحابہ جبتک ان کے ساتھ شرف صحبت حاصل نہ ہو اس وقت تک ان کے تزکیہ و تربیت کے آثار نمودار نہیں ہوسکتے۔

قال الخطیب هو من صحب صحابیاً۔ ولا یکتفی فیه بمجرد اللقی۔ بخلاف الصحابی مع النبی صلی الله علیه وسلم لشرف منزلة النبی صلی الله علیه وسلم فالاجتماع به یؤثر فی النور القلبی اضعاف ما یؤثره الاجتماع الطویل بالصحابی وغیره من الاخیار

{ تدریب الراوی ص۲۳۴ ج ۲ النوع الاربعون }

خطیب بغدادی نے تابعی کی تعریف میں کہا ہے کہ وہ شخص جس کو صحابی کی صحبۃ حاصل ہوئی ہو۔ اور تابعی کی تعریف میں صرف ملاقات کو کافی نہیں سمجھا گیا بخلاف صحابی کے کیونکہ بوجہ علو مرتبۃ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیۃ کے تحقق وثبوت کے لئے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہی کافی ہے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی تاثیر سے جو قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس نور سے ہزار ہا حصے زیادہ ہے جو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی برگزیدہ افراد کی طویل صحبۃ کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ خواہ وہ صحابی ہو یا غیر صحابی۔

اسی حقیقت ثابتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیف السنۃ المسلول الشیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی قدس سرہٗ المتوفی ۷۲۸ھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

لا تسبوا اصحاب محمد فلمقام احدهم ساعة یعنی مع النبی صلی الله علیه وسلم

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق زبان درازی نہ کرو کیونکہ ان میں سے کسی ایک کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک

خیر من عمل احد کم اربعین سنة وفی روایة وکیع خیر من عبادة احد کم عمرہ [منہاج السنة ص۱۵۲ ج ۱]	لحظہ کے لئے بیٹھنا تمہارے چالیس سال کی عبادت کرنے سے بہتر ہے اور وکیع کی روایۃ میں ہے کہ تمہاری زندگی بھر کی عبادۃ سے بہتر ہے۔

ائمہ کی ان تصریحات کے بعد یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ صحابہ کرام کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے ان کی رفعتِ شان اور فضیلت میں بعد میں آنے والے بزرگانِ ملت شریک و سہیم نہیں ہوسکتے۔ اور اس مقدس جماعت کے کسی فرد کے لئے یہ بات موجبِ طعن و تنقید نہیں ہوسکتی کہ ان کو صحبتِ نبوی کا زمانہ کم مقدار میں میسّر آسکا ہے۔ اس مقدار کی کمیت کے فرق سے ان کے آپس میں مراتب تو مختلف ہوسکتے ہیں لیکن ہمارے لئے سب کے سب واجب الاحترام ہیں۔ خود قرآن مجید میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اِن درجات کا تذکرہ موجود ہے:

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجةً من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلاً وعد اللہ الحسنی [سورۃ الحدید]	برابر نہیں تم میں جس نے کہ خرچ کیا فتح مکّہ سے پہلے اور لڑائی کی ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے جو کہ خرچ کریں اس کے بعد اور لڑائی کریں اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا۔

قرآن مجید کی تصریح کے بعد کہ جو لوگ فتح مکّہ کے بعد مسلمان ہوئے ان کے لئے بھی "وعدۂ حسنیٰ" ہے۔ صحبت نبوی کے زمانہ کی مقدار کے کم ہونے کی وجہ سے کسی صحابی پر طعن و تنقید نہیں کی جاسکتی۔ پھر ڈاکٹر رضوان سے یہ سوال بھی کیا جاسکتا ہے کہ اگر آپ ندوہ میں صرف ایک سال گزار کر عالمیہ کی ڈگری حاصل کرسکتے ہیں اور صرف اسی یکسالہ نسبت کی وجہ سے آپ کے نام کے ساتھ لفظ " ندوی" کا لاحقہ جزء لاینفک کی صورت اختیار کرسکتا ہے تو پھر صحبتِ نبوی کی تاثیر اتنی ضعیف اور غیر مؤثر ہے کہ حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ کے لئے یکسالہ صحبتِ نبوی آپ کے عیّار ذہن میں اسکی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اسی طویل مضمون میں ڈاکٹر رضوان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی زورِ قلم صرف کیا ہے۔ ایک مقام پر شاہ بلیغ الدین کے اِس جملہ پر:

"ان کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے سب سے زیادہ مشابہ تھی۔"

ڈاکٹر صاحب تعاقب کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

خلفاء راشدین اور ان صحابہ کی تنقیص ہے جن کو عشرہ مبشرہ بالجنۃ کہا جاتا ہے۔ کیا یہ عقل میں آنے والی بات ہے کہ جو جلیل القدر صحابہ حضرۃ معاویہ کے اسلام سے قبل اکیس سال تک حضور صلعم کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور بعد میں بھی دو سال مزید ان کی نماز آنحضرت کی نماز سے مشابہ نہ تھی یعنی ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ وغیرہ پیچھے رہ گئے اور صرف دو سال کی صحبت میں امیر معاویہ ان صحابہ کرام سے جن کو السابقون الاولون (اسلام میں سبقت کرنے والے) کہا گیا ہے آگے بڑھ گئے۔

اس فقرہ کے تحت بلیغ الدین صاحب کی ناصبیت کھل کر سامنے آگئی ہے۔
اس سے پہلے کہ ہم اس فقرہ کے قائل کی نشاندہی کریں۔ ڈاکٹر رضوان کی اس کوتاہی کو بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ عموماً ڈاکٹر رضوان "حضور صلعم" کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ علم حدیث کے ماہر ہیں۔ حالانکہ اصولِ حدیث کا یہ اصول ہے؛

ویکرہ الاقتصار علی الصلاۃ وحدھا او التسلیم وحدہ کما یکرہ الرمز الیھما ب "ص" ونحوہ مثل "صلعم" وعلیہ ان یکتبھما کاملتین (تیسیر مصطلح الحدیث از ڈاکٹر محمود الطحان ص ۱۹۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کے ساتھ صرف لفظ صلاۃ یا لفظ تسلیم کے ساتھ اکتفاء کرنا مکروہ ہے جس طرح کہ صلاۃ وسلام کی طرف لفظ "ص" یا "صلعم" کے ساتھ اشارہ کرنا مکروہ ہے اور لکھنے والے پر لازم ہے کہ ان دو الفاظ کو کامل طور پر تحریر کرے

اور ڈاکٹر صاحب اصولِ حدیث کے متعلق اپنی واقفیت، مہارۃ اور وسعتِ مطالعہ سے متعلق ایک مقام پر تعلی اور فخریہ انداز میں تحریر کرتے ہیں:

یہاں اُنہوں نے "صحیح" و "حسن" حدیثوں کی تعریف میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مقدمہ مشکوٰۃ کے اردو ترجمہ سے جو کچھ میرے جواب میں نقل فرمایا ہے، وہ بھی عجیب شئے ہے میں نے تو ساتویں صدی کے مشہور محدث عمر بن عبدالرحمٰن المعروف بابن الصلاح

سے ایسی احادیث کی تعریف بیش اور وہ تین سو سال بعد کے ایک ہندوستانی محدث کا قول نقل کر رہے ہیں جن کا ماخذ یہی مقدمہ ابن الصلاح تھا۔

اس ہمہ دانی اور تعلی کے باوجود ڈاکٹر نے مقدمہ ابن صلاح کے مؤلف کا اسم گرامی بھی صحیح نقل نہیں کیا کیونکہ ان کا نام عمر نہیں بلکہ عثمان بن عبدالرحمٰن ہے اور عمر ان کے فرزند کا نام ہے کیونکہ ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔ اسی مقدمہ ابن الصلاح میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کامل طریقے سے تحریر کیا جائے اور نقص کے اس طریقہ سے احتراز کیا جائے کہ ان الفاظ کی طرف کوئی اشارہ کیا جائے یا صرف صلی اللہ علیہ بغیر "وسلم" کے تحریر کیا جائے۔

احدهما ان يكتبها منقوصة صورة رامزا اليها بحرفين او نحو ذالك۔ والثانی ان يكتبها منقوصة معنی بان لا يكتب "وسلم"۔ [مقدمہ ابن الصلاح ص۹۲ النوع الخامس والعشرون]	نقص کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ میں صورت کے لحاظ سے نقص پیدا کیا جائے جیسا کہ دو الفاظ سے یا اس کے مثل کسی لفظ سے اسکی طرف اشارہ کیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ معنوی طور پر اس میں نقص ہو، وہ یہ کہ بغیر "وسلم" کے یہ جملہ تحریر کیا جائے۔

ڈاکٹر کے اس تبلی زیغ بیان کرنے کے بعد اب اسی جملہ کے اصل قائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کی نماز کی مشابہت والا قول بلیغ الدین کا نہیں جس کی وجہ سے ان کو ناصبی ہونے کا لقب عطا کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ قول حضرۃ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا ہے جس کو حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے منہاج السنۃ میں نقل کیا ہے۔ اگر یہ قول صحیح نہ ہوتا تو حافظ ابن تیمیہ جیسا نقاد شخص اس کو نقل نہ کرتا۔

عن ابی الدرداء قال ما رأيت احداً اشبه صلاة بصلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم من اماكم هذا يعنی معاوية : [منهاج السنة ص۱۸۵ ج۳]	حضرۃ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جس کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو تمہارے اس امام کے بغیر یعنی حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ۔

ڈاکٹر صاحب ایک مقام پر تحریر کرتے ہیں :

پھر شاہ صاحب نے ازالۃ الخفار کی دوسری جلد میں خلفاء راشدین کے مناقب و مآثر [کارگزاریاں] کے بارے میں تصنیف فرمائی ہے اور اس میں آخر میں صفحہ ۷۸۴ سے صفحہ ۷۵۵ تک حضرت علی کے مناقب و مآثر بیان کئے ہیں۔ اب وہ بقول امام احمد بن حنبل اپنے گھریلو گدھے سے بھی زیادہ احمق ہی کوئی شخص ہوگا جو اس کے باوجود حضرت علی کو چوتھا خلیفہ نہ سمجھے گا۔ اور خلافۃ خاصہ کو حضرت عثمان پر ختم کر دے گا — جو بلیغ الدین صاحب نے کیا ہے ۔

یہ بالکل درست کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ واقعی چوتھے خلیفہ راشد ہیں اور ان کی خلافت کا کون انکار کرتا ہے ۔ البتہ گدھے والی بات جو کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اس پر محدثین نے جو تبصرہ کیا ہے وہ بھی تحریر کرنا چاہیئے ۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا پس منظر ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں :

وقالت طائفتہ لم یکن فی ذالک الزمان امام عام بل کان زمان فتنۃ۔ وھذا قول طائفتہ من اھل الحدیث البصریین وغیرھم ولھذا لما اظھر الامام احمد التربیع بعلی فی الخلافۃ وقال من لم یربع بعلی فی الخلافۃ فھو اضل من حمار اھلہ انکر ذالک طائفتہ من ھو لاء وقالوا قد انکر خلافتہ من لا یقال ھو اضل من حمار اھلہ	ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی بھی امام عام نہیں تھا ۔ بلکہ وہ فتنہ کا زمانہ تھا ۔ یہ بصری محدثین کا قول ہے ۔ اسی بنا پر جب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو ظاہر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہیں ۔ اور جو شخص ان کو چوتھا خلیفہ تسلیم نہیں کرتا وہ اپنے گھریلو گدھے سے بھی زیادہ گمراہ ہے ۔ تو ان محدثین نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول پر انکار کیا اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافۃ کا ایسے لوگوں نے انکار کیا ہے جن کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ لوگ اپنے

يريدون من تخلف عنها من الصحابة ۔

گھر یلو گدھے سے زیادہ گمراہ ہیں۔ ان لوگوں سے ان محدثین کی مراد وہ صحابہ کرام تھے۔ جنہوں نے حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کی بیعۃ سے تخلف اختیار کیا۔

[منہاج السنہ ص ۱۲۲ ج ۳]

اور وہ صحابہ کرام جنہوں نے حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کی بیعۃ سے تخلف اختیار کیا۔ وہ یہ حضرات ہیں :۔

وتخلف عن بيعته جمع من اکابر الصحابة فی المدينة سعد بن ابی وقاص ۔ وسعيد بن زيد وعبد الله بن عمر و اسامة بن زيد ۔ و المغيرة بن شعبة وعبد الله بن سلام و قدامة بن مظعون و ابی سعيد الخدری ۔ وكعب بن عجرة وكعب بن مالك والنعمان بن بشير وحسان بن ثابت ومسلمة بن مخلد ۔ و و فضالة بن عبيد وغيرهم من اکابر الصحابة فی الامصار

[إتمام الوفاء ص ۲۰۸]

اور حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کی بیعۃ سے اکابر صحابہ کی ایک جماعت نے تخلف اختیار کیا تھا۔ جیسے حضرۃ سعد بن ابی وقاص اور حضرۃ سعید بن زید۔ اور حضرۃ عبد اللہ بن عمر اور حضرۃ اسامہ بن زید اور حضرۃ مغیرہ بن شعبہ اور حضرۃ عبد اللہ بن سلام اور حضرۃ قدامہ بن مظعون اور حضرۃ ابو سعید خدری اور حضرۃ کعب بن عجرہ اور حضرۃ کعب بن مالک اور حضرۃ نعمان بن بشیر اور حضرۃ حسان بن ثابت اور حضرۃ مسلمہ بن مخلد اور حضرۃ فضالہ بن عبید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور ان کے علاوہ اور اکابر صحابہ نے بھی شہروں میں آپ کی بیعۃ سے تخلف اختیار کیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه وصفوته بريته محمد و على آله واصحابه وازواجه المطهرات اجمعين ۔ آمين ثم آمین!